مولانا منصوری نے کہا کہ آپ کی اصل پہچان اور حیثیت داعی کی ہے اور داعی تاجر کی طرح ہوتا ہے۔ تاجر اپنا مال بیچنے کی خاطر گاہک کی ہزار بدتمیزی و بے ہودگی برداشت کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا دین پہنچانے کے لیے آپ کو بھی برداشت کرنا ہوگا۔ اگر آپ کی دوکان نہیں چلتی تو آپ یہ کہہ کر بند نہیں کر دیتے کہ گاہک نہیں آرہے، بلکہ ناکامی کے اسباب پر غور کر کے امکان بھر جدوجہد میں لگ جاتے ہیں۔ اگر اسٹاف نااہل ہے تو اسے تبدیل کرتے ہیں، دکان کا ڈیکوریشن، فرنیچر ترغیب دلانے والا نہیں تو اسے بدلتے ہیں، دوکان کا سامان بدلتے ہیں، دوکان کی جگہ تبدیل کرتے ہیں، پھر بھی نہ چلے تو ایڈورٹائزنگ کے جدید ترین ذرائع اختیار کرتے ہیں حتیٰ کہ دکان چل پڑتی ہے، مگر جب اللہ کے بندوں کو اس کا پیغام پہچانے کا مسئلہ در پیش ہو تو صدیوں پرانے فرسودہ طریقوں اور اسلوب پر اکتفا کر کے بیٹھ جاتے ہو کہ کیا کریں، لوگ دینی کتابیں پڑھتے ہی نہیں! دین کی بات کی بات سنتے ہی نہیں! آپ تجارت میں بہت ہوشیار اور دعوت میں نااہل بن جاتے ہیں۔

آج ہم ہر جگہ اپنی مظلومیت کا رونا رو رہے ہیں کہ فلسطین میں ہمارے ساتھ یہ ظلم ہو گیا، چیچنیا میں یہ ظلم ہو گیا، کشمیر میں یہ ظلم ہو گیا، آپ انسانوں کی نظروں میں مظلوم مگر اللہ کے نزدیک ظالم ہیں کہ اللہ نے آپ کو دنیا کے ہر انسان کے لیے ہمیشہ کی فلاح و کامیابی اور ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی و بربادی سے بچنے کا نسخہ شفا قرآن اور اسلام کی شکل میں دیا تھا۔ آج لاکھوں مسلمان مر مر کر ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت و بربادی یعنی جہنم میں جا رہے ہیں، آپ نے ان کی فکر نہیں کی، ان پر رحم نہیں کیا، اپنی دنیا بنانے میں لگے رہے تو اللہ نے سزا کے طور پر ان لوگوں کو استعمال کر کے آپ کی دنیا کو جہنم بنا دیا۔ آج دنیا میں پوری انسانیت ظلم و بربریت کی چکی میں پس رہی ہے، اس کے ذمہ دار ہم اور آپ ہیں۔ اب ان کی نجات کے لیے کوئی بھی نہیں آئے گا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فرمان کے مطابق دنیا کے ہر انسان سے آپ کا خونی رشتہ ہے کہ وہ بنی آدم ہے۔ وہ آپ کے حریف نہیں، رحم کے مستحق ہیں، آپ کو ایمان اور اسلام کی دعوت لے کر اٹھنا ہوگا، ورنہ اسپین کی طرح برطانیہ، یورپ، امریکہ ہی میں نہیں، پوری دنیا میں آپ بربادی اور ہلاکت سے نہیں بچ سکتے۔

اجلاس میں مفتی محفوظ الرحمن صاحب عثمانی کی تازہ تصنیف ''ذکرا قائما'' جو علماء گجرات کی علمی و دینی خدمات پر مشتمل ہے کی رونمائی ڈاکٹر عزیز برنی، مولانا منصوری، مولانا عثمانی اور سابق ایڈیٹر روزنامہ جنگ لندن جناب ظہور نیازی کے ہاتھوں ہوئی۔ آخر میں ورلڈ اسلامک فورم کی طرف سے ڈاکٹر عزیز برنی کو ان کی جرأت و بے باکی اور خدمات پر مولانا محمد علی جوہر ایوارڈ، مولانا منصوری، مولانا عثمانی اور ظہور نیازی صاحب کے ہاتھوں دیا گیا۔ اجلاس اسی ایوارڈ کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

بھارت میں ''مشترکہ خاندانی قوانین'' کا ایک مجوزہ منظر

لیجیے، یونیفارم سول کوڈ تیار ہے۔ مردوں اور عورتوں سب کو تعدد ازدواج کا حق دیا جا رہا ہے۔ مرد بھی بیک وقت کئی شادیاں کر کے کئی بیویاں رکھ سکتے ہیں اور اسی طرح عورتیں بھی کئی کئی شادیاں کر کے بیک وقت کئی کئی شوہر رکھ سکتی ہیں۔ اس کے لیے راجیہ سبھا میں ایک پرائیویٹ بل پیش کر دیا گیا ہے۔ یہ بل بی جے پی کے ممبر پارلیمنٹ، سابق گورنر اور پنجاب و ہریانہ کے سابق چیف جسٹس ایم راما جوئس نے پیش کیا ہے۔ (دی سنڈے گارجین، ۱۸ جولائی)

بی جے پی ایک زمانے سے یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے لیے تحریک چلا رہی ہے۔ اس کے لیے طرح طرح کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ خود آئین سازوں نے بھی آرٹیکل ۴۴ میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کو حکومت کی بنیادی ذمہ داری

قرار دیا ہے۔ بی جے پی کے ایک ممبر نے اس کے لیے عملی قدم اٹھا دیا ہے۔ جو مردوں اور عورتوں کو تعدد ازدواج کے معاملے میں مساوی حق اور برابری کا درجہ دینے کے قائل ہیں، وہ اس بل کے ذریعے عورتوں کے خلاف مذہب یا جنس کی بنیاد پر امتیاز کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس بل کے ذریعے شادی اور طلاق کے سلسلے میں ایسا قانون بنانا چاہتے ہیں جس میں مختلف مذاہب کے احکام وتعلیمات کو یکجا کر دیا جائے گا۔ اس بل میں دوسری شادی کا راستہ نکال کر طلاقوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مسئلے پر قابو پانے کا خواب دیکھا گیا ہے کہ ایک مرد یا عورت اپنے موجود شریک حیات کی مرضی سے طلاق لیے بغیر دوسری شادی کر سکتا اور کر سکتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تعدد ازدواج موجودہ قانون کے تحت مردوں اور عورتوں کے لیے ناممکن ہے جب تک کہ وہ طلاق نہ لے لیں، لیکن بہر حال زندگی میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جب خاندان یا جوڑے کے لیے دوسری شادی لازمی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر میاں بیوی دونوں ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے بیوی کسی ایکسیڈنٹ میں دونوں ٹانگوں سے محروم ہو جاتی ہے، تب وہ ایک بیوی کی حیثیت سے اپنے لازمی فرائض ادا نہیں کر پاتی۔ اگر وہ چاہے تو اس کا شوہر دوسری شادی کر سکتا ہے، لیکن موجودہ قوانین طلاق کے بغیر اس طرح کی شادی کی اجازت نہیں دیتے، باوجودیکہ مختلف علیحدہ علیحدہ قوانین موجود ہیں۔

واضح رہے کہ خاندانی پراپرٹی میں افراد کے حقوق، حق وراثت، اقلیت، سرپرستی، شادی اور طلاق سے متعلق قوانین سول کوڈ کہلاتے ہیں۔ ان میں شادی اور طلاق سے متعلق قوانین بہت اہمیت کے حامل ہیں اور اس سلسلے میں آئین کے نفاذ سے پہلے کے بھی اور بعد کے بھی دونوں وقتوں کے اور مختلف قسم کے قوانین موجود ہیں۔ ہندو شادی ایکٹ ۱۹۵۵ء، اسپیشل شادی ایکٹ ۱۹۵۴ء، ۱۹۶۳ء کا ایکٹ نمبر ۳۲، ۱۹۴۹ء کا ایکٹ نمبر ۳۳، ۱۹۷۰ء کا نمبر ۲۹ اور ۱۹۷۶ء کا نمبر ۶۸، انڈین کرسچین میرج ایکٹ ۱۸۷۲ء، پارسی شادی وطلاق ایکٹ ۱۹۳۶ء اور مسلم نکاح وطلاق کی ایکٹ ۱۹۵۱ء۔ ان تمام باتوں کا ذکر کرتے ہوئے بل میں کہا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لا کے تعلق سے پارلیمنٹ نے آئین کے نفاذ کے بعد کوئی قانون نہیں بنایا ہے۔ شادی اور طلاق سے متعلق مسلم پرسنل لا ء ایک مرد کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کا حق دیتا ہے اور پھر شوہر کو یک طرفہ طور پر زبانی الفاظ کہہ کر بیوی کو طلاق دے دینے کا حق بھی دیتا ہے۔ یہ قوانین امتیاز پر مبنی ہیں اور عورتوں کے خلاف ہیں، جبکہ آئین کا آرٹیکل ۱۵ اجنس اور مذہب کی بنیاد پر امتیاز کو ممنوع قرار دیتا ہے۔

یاد رہے کہ کوئی بھی ممبر پارلیمنٹ جو وزیر نہ ہو، اگر پارلیمنٹ میں کوئی بل پیش کرتا ہے تو اس کو پرائیویٹ بل کہا جاتا ہے اور ۱۹۷۰ء کے بعد سے پارلیمنٹ نے کوئی پرائیویٹ بل پاس نہیں کیا ہے، لیکن ایک ایسے وقت میں جب مختلف کھاپ اندرون گوتر شادی کے خلاف قانون قرار دیے جانے کے لیے تحریک چلا رہی ہیں، جنسی انارکی وبے راہ روی کے نتیجے میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں جنون عشق کا طوفان برپا ہے، وہ گھر سے فرار ہو کر من مانے طریقے سے شادیاں رچا رہے ہیں اور مغربی دنیا کی تقلید کرتے ہوئے پارٹنر شپ، کورٹ شپ کی راہ اختیار کر رہے ہیں اور اب بالخصوص قومی راج دھانی دہلی اور اس کے اردگرد اور بالعموم پورے ملک میں ناموس کے نام پر قتل کے واقعات کا سلسلہ روز بروز زور پکڑتا جا رہا ہے، حکومت ہندو میرج ایکٹ میں ترمیم پر غور کر رہی ہے، اس بل کو یقیناً زیر بحث لایا جائے گا۔ مختلف فرقے، مذاہب اور تہذیبوں کے ماننے والے اس کو کہاں تک قبول کرتے ہیں، دیکھنے کی بات ہے۔ تاہم مسلمانوں کو جو قرآن وسنت کے احکام وتعلیمات پر ایمان وعقیدہ رکھتے اور ان پر عمل کرتے ہیں، ہر وقت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ (سہ روزہ ''دعوت'' دہلی)